کائنات سے استفادے کے حدود

از

(حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی)

(۲)

اس طرح نت نئے تجربات کی مشق گاہ بنانے کی جرأت بھلا مخلوق پرستوں میں ان ہی چیزوں کے متعلق کیسے پیدا ہو سکتی تھی جو معبود بنا کر ان ہی کے آگے کھڑے ہو ہو کر کانپ رہے تھے۔ تھرا رہے تھے۔

میں نے جو یہ عرض کیا کہ ان دونوں متخالف و متضاد نظریات ایک ہی نتیجہ کو ہر زمانہ میں پیدا کرتے رہے، اس سے میری غرض یہی ہے، یہی کہنا چاہتا ہوں کہ دونوں دائروں میں کائنات سے استفادے کا مسئلہ برابر شک، تذبذب تردد کی ذہنی اور فکری کش مکشوں کا ہر زمانہ میں شکار رہا۔

اپنا ذاتی خیال تو یہی ہے، کہ دوسرے تباہ کن مہیب نتائج کے سوا اس کو بھی ایک قسم کی سزا ہی سمجھنا چاہئے کہ جس حد تک دنیا کی چیزوں سے آدم کی اولاد فائدہ اٹھا سکتی تھی اس سے وہ محروم رکھی گئی اور یہ جو دیکھا جاتا ہے کہ مسئلہ توحید اور چند خاص محوری مہمات جن پر قرآنی تعلیم گردش کرتی ہے، ان کے بعد آخری دفعہ جو کتاب خدا کی طرف سے بندوں کو اس ذمہ داری کے ساتھ سپرد کی گئی ہے کہ قیام قیامت تک کمی بیشی، ترمیم و اضافہ کی راہوں کو قدرت کا مضبوط ہاتھ بند رکھے گا، اسی کتاب میں انتہائی اختصار پسندی کے باوجود کائنات سے استفادے کے مسئلہ کو اجمال و تفصیل دونوں رنگوں میں پوری طاقت کے ساتھ واضح کیا گیا ہے، کہہ چکا ہوں کہ اس سلسلہ کی آیتوں کو ایک ہی جگہ جمع کرنے کا ارادہ اگر کیا جائے۔ تو

قرآن کا معقول معتدبہ حصہ ہی نقل کرنا پڑے گا۔ بہرحال یہ ایک واقعہ ہے قرآن کا ہر پڑھنے والا جس سے واقف ہے۔

مگر یہ بات کہ ایسا مسئلہ جو چنداں نظری بھی نہ تھا اتنا غیر معمولی زور اس پر کیوں دیا گیا ہے منجملہ دوسرے اسباب و وجوہ کے بالکل ممکن ہے ایک وجہ اس کی یہ بھی ہو کہ آئندہ کائنات سے استفادے کی راہوں میں روڑوں کے اٹکانے اور الجھنے کی کوئی گنجائش کسی لحاظ سے باقی نہ چھوڑی جائے، ہو سکتا ہے ایک مقصد اس طریقہ بیان کا یہ بھی ہو، آپ قرآن اٹھا لیجئے، پڑھتے چلے جائیے ورق ورق صفحہ صفحہ میں اسی مسئلہ کی متعلقہ آیتوں کا ذخیرہ آپ کے سامنے آتا چلا جائے گا اجمالی رنگ میں جہاں ایسی آیتیں آئیں گی مثلاً

ھوالذی خلق لکم مافی الارض جمیعا (البقرہ)	وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے۔

جس میں زمین اور زمین کی پیداواروں ہی سے استفادہ کا اجازت نامہ عطا کیا گیا ہے تو دوسری جگہ

سخر لکم مافی السماوات وما فی الارض جمیعا منہ (الجاثیہ)	اور تمہارے کام میں لگایا (خدا نے)، ان چیزوں کو جو آسمانوں میں ہیں، اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کچھ اسی کی طرف سے ہے۔

کا "لاہوتی پروانہ" بھی آپ کو اسی کتاب میں مل جائے گا۔ جس میں آپ دیکھ ہی رہے ہیں زمین کے ساتھ ساتھ ان ساری چیزوں کو بھی جو آسمانوں میں ہیں، بنی آدم کے تسخیری حدود میں قرآن نے داخل کر دیا ہے "جمیعا منہ" (سب کچھ اسی کی طرف سے ہے) یعنی خالق کائنات ہی کی طرف سے یہ حق آدم کے بچوں کو عطا ہوا ہے، اسی کی توثیق ان الفاظ سے کی گئی ہے:

اسی طرح بجائے اجمال کے اگر تفصیل مطلوب ہو تو کچھ نہیں قرآن کی ایک ہی سورۃ

النحل نامی کے آغاز کی ان آیتوں ہی کو پڑھ لیجئے جس میں حیوانی زندگی کے مظاہر (الانعام) یعنی مویشیوں سے بات بایں الفاظ شروع ہوتی ہے،

والانعام خلقها لکم فیها دفء ومنافع ومنها تاکلون ولکم فیها جمال حین تریحون وحین تسرحون وتحمل اثقالکم الیٰ بلد لم تکونوا بالغیه الا بشق الانفس ان ربکم لرءوف رحیم والخیل والبغال والحمیر لترکبوها وزینة ویخلق مالا تعلمون

اور مویشیاں تمہارے لئے خدا نے پیدا کیں تمہارے لئے اس میں گرمی حاصل کرنے کا سامان ہے (یعنی اون، گوشت) اور دوسرے منافع ہیں ان ہی مویشیوں سے خوراک بھی حاصل کرتے ہو تمہارے لئے دیدہ زیب ہے (مویشیوں کا نظارہ) جب پھرواتے ہو ان کو اور انھیں چراتے ہو اور وہی (مویشیاں) تمہارے بار اٹھا کر ان آبادیوں تک پہنچاتی ہیں جہاں جان توڑ محنت کے بغیر تم نہیں پہنچ سکتے تھے۔ بے شک تمہارا رب بڑا مہربان اور رحم والا ہے اور (خدا نے) پیدا کئے گھوڑے، خچر، گدھے تاکہ ان پر چڑھو اور ان سے رونق بھی ہے

حیوانی زندگی کے چند خصوصی مظاہر اور ان کے استعمال کے مختلف پہلوؤں کا ذکر کرتے ہوئے آگے پانی اور پانی سے اگنے والی روئیدگیوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

هو الذی انزل من السماء ماء لکم منه شراب ومنه شجر فیه تسیمون ینبت لکم به الزرع والزیتون والنخیل والاعناب ومن کل الثمرات ان فی ذلک لآیة لقوم یتفکرون۔

وہی (خدا ہے) جس نے اتارا آسمان سے تمہارے لئے پانی جسے تم پیتے ہو، اور اسی پانی سے درخت بھی اگتے ہیں، جن میں چراتے ہو، اگاتا ہے تمہارے لئے (اسی پانی سے) کھیت اور زیتون (تیلهن) اور کھجوریں اور انگور اور ہر قسم کے میوے یقیناً اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں

کے لئے جو سوچتے ہیں۔

اور بات اسی پر ختم نہیں ہو جاتی ہے آگے اسی کے بعد ہے

وسخر لکم اللیل والنہار والشمس	اور کام میں تمہارے لگایا (اسی نے) رات اور دن
والقمر والنجوم مسخرات بامرہ	کو اور آفتاب وماہتاب اور تارے، کام لگاتے
ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون	ہوتے ہیں اسی کے حکم سے اس میں نشانیاں
	ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں

پھر زمین پر رنگ رنگ کے جمادات، نباتات، حیوانات پتنگے تتلیاں اور ان کے سوا بھی جو کچھ ہمارے سامنے ہے سب ہی کی طرف اور ان کی بوقلمونیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوتے فرمایا گیا ہے۔

وما ذرء لکم من الارض	اور زمین ہی سے اس نے پھیلا دیا ایسی چیزوں
مختلفا الوانہ ان فی ذلک لآیۃ	کو جن میں طرح طرح کے رنگ ہیں اس میں
لقوم یذکرون	نشانی ہے ان لوگوں کو جو چونکتے ہیں،

"خشکی" یا البر سے گذر کر اس کے بعد البحر کی طرف قرآن متوجہ ہوتا ہے، ارشاد ہوا

وھو الذی سخر البحر لتاکلوا	وہی (خدا) ہے جس نے بحر (سمندر) کو تمہارے
منہ لحما طریا وتستخرجوا	قابو میں کر دیا ہے تاکہ اس سے تروتازہ گوشت
منہ حلیۃ تلبسونہا وتری	کو کھاؤ اور گہنا جسے تم پہنتے ہو اسی سمندر سے
الفلک مواخر فیہ ولتبتغوا	نکالو، اور تو دیکھتا ہے جہازوں کو جو سمندر میں
من فضلہ ولعلکم تشکرون	چیرتے ہوتے اسی لئے چلتے ہیں تاکہ تم اللہ کے
	فضل کو حاصل کرو اور اسی کا گن گاؤ"۔

پھر کوہستانی سلسلوں اور پہاڑی زنجیروں کا تذکرہ چھیڑتے ہوتے فرمایا گیا ہے۔

والقی فی الارض رواسی ان	اور زمین پر (خدا نے) ڈال دیا بوجھ تاکہ نہ ڈگمگائے

تمید بکم وانهارا وسبلا لعلکم تهتدون وعلامات وبالنجم هم یهتدون
وہی زمین غبار سے ساتھ اور نہریں راستے تاکہ تم راہ پاؤ، اور بنائیں خدا نے نشانیاں اور تاروں سے لوگ راہ پاتے ہیں۔

یہ ایک سورہ کی پہلے رکوع کے چند فقرے ہیں، حیوانات، نباتات سفلیات وعلویات ارضیات، وسماویات، بر وبحر، سہل وجبل کے سلسلے کون سی قابلِ ذکر چیز رہ گئی ہے جن کی طرف اشارہ کرکر کے قرآن ہر ایک کو بنی آدم کے اس "پیدائشی حق" کے احاطے میں داخل کرتا چلا نہیں گیا ہے، جو کائناتی حقایق سے استفادے کی راہوں میں ان کو قدرتاً حاصل ہیں، حیوانات بھی تیرے لئے ہیں، اور نباتات بھی، آفتاب بھی تیری خدمت انجام دے رہا ہے اور ماہتاب بھی سیاروں سے بھی تم لے سکتے ہو، بلکہ لے رہے ہو اور ثوابت سے بھی، دن اپنے سارے منافع کے ساتھ اور رات اپنی ساری سکون بخش راحت رسانیوں کے ساتھ چوبیس گھنٹوں میں ہمارے گھروں میں جو پہنچتی ہے۔ ان کی گردش کا سلسلہ جو جاری ہے تو یہ سارے کرشمے آسمان کے ان ہی روشن اجرام کے تو ہیں بر کے ساتھ بحری کی پیداواروں سے جو ہم مستفید ہو رہے ہیں، ان ہی کی وجہ سے آبی راہوں کا ایک جال ہی بسیطِ ارض پر بچھا ہوا ہے جن سے آبادیوں کے کاروباری رشتے قایم ہیں اور وزنی چٹانوں کے یہ تودے، جو ہزارہا ہزار فٹ کی بلندیوں کے ساتھ زمین کے کناروں پر پہاڑوں کی شکل میں کھڑے نظر آرہے ہیں ان میں لوہے، سونے، چاندی اور اسی قسم کی ٹھوس، بوجھل چیزیں جو پیدا ہوتی رہتی ہیں مجموعی طور پر ان سب سے توازن کی جو کیفیت پیدا ہو گئی ہے اور پھر ان ہی پہاڑوں سے ٹکرا ٹکرا کر بادل جو برستے ہیں دریا ندیاں نالے نہریں جھرنے جو ان ہی پہاڑوں سے جاری ہیں، اور اس کے سوا خدا کی پیدا کی ہوئی اس دنیا سے جو فائدے ہمیں پہنچ رہے ہیں، اور آئندہ پہنچتے رہیں گے آپ اگر غور کریں گے تو ایک سورہ کی ان ابتدائی آیتوں ہی میں یہ ساری چیزیں مل جائیں گی بلکہ ذرا سنبھل کر سوچئے ان ہی آیتوں سے کم از کم ان نتائج تک بھی معمولی سمجھ بوجھ

رکھنے والے نفوس بآسانی پہنچ سکتے ہیں یعنی

(۱) کائناتی حقائق سے استفادے کو قرآن نے ناگزیر ضرورتوں ہی کی حد تک محدود نہیں رکھا ہے، بلکہ انسانی فطرت میں حسن پسندی جمال جوئی کے جبلی جذبات جو پائے جاتے ہیں، زیب و زینت، آرائش و آسائش کے سامانوں کی گوارائی کا تخم اس کی سرشت میں جو بو دیا گیا ہے، فطرت کے ان میلانات و رجحانات کو مردہ یا بژمردہ بنانے کی کوشش تو قرآن کیا کرتا بالکل اس کے برعکس مویشیوں اور ان کے سھیڑوں کے وہ دل نواز نظارے جب باہم ملی جلی ہوئی چراگاہوں کی طرف صبح سویرے آبادیوں سے نکل نکل کر یہی مویشیاں روانہ ہوتی ہیں اور سر شام ان ہی آبادیوں کی طرف ان کی واپسی ہوتی ہے۔

لکم فیہ جمال حین تریحون — تمہارے لئے دیدہ زیب (نظارہ) ہے جب پھیر
وحین تسرحون — لاتے ہو ان کو اور جب چراتے ہو،

کے بلیغ الفاظ میں اس نظارے سے لذت گیری کے جذبہ کو آپ دیکھ رہے ہیں قرآن جگا رہا ہے وہ سواری کے جانوروں گھوڑوں، خچروں، گدھوں کا ذکر کرتے ہوئے، صرف یہی خبر نہیں دیتا کہ تم ان پر سوار ہوتے ہو، بلکہ لترکبوھا (تاکہ تم ان پر چڑھو) کے بعد "زینۃ" کے لفظ کا بھی اضافہ کیا گیا ہے، پھولوں، پھلوں اور طرح طرح کی نباتی روئیدگیوں کے ساتھ رنگ رنگ کے حیوانی مظاہر جو زمین پر پھیلے ہوئے ہیں، ان میں حسین پرندوں، چرندوں، درندوں کے ساتھ صرف حشرات الارض ہی کی گوناگوں، قسموں، اور بوقلموں صنفوں پر غور کیجئے اور ان ہی پر قرآنی الفاظ

وما ذرأ لکم فی الارض مختلف — اور بکھیر دیا تمہارے لئے زمین پر ان چیزوں کو جن
الوانہ — کے رنگ مختلف ہیں۔

کو منطبق کر کے دیکھئے، کیا ایک لمحہ کے لئے اس کتاب کے پڑھنے والوں اور اس پر ایمان لانے والوں کے دلوں میں اسیریجوازم کی غیر فطری افسردگیوں اور زبردستی پیدا کی ہوئی جبری آزردہ خاطریوں کو راہ مل سکتی ہے۔

۲- براہِ راست کائنات کی جن چیزوں سے آدمی مستفید ہو رہا ہے، ان ہی کا نہیں بلکہ بالواسطہ جن کے فوائد ہم تک پہنچتے ہیں، دیکھئے اسی فہرست میں ایسی چیزیں بھی آپ کو ملیں گی، ہریالیاں جنھیں ہماری مویشیاں اور ہمارے پالتو جانور چرتے چگتے کھاتے پیتے ہیں، ظاہر ہے کہ براہِ راست ہی نہیں بلکہ ان سے ہم بالواسطہ ہی مستفید ہو رہے ہیں۔

۳- اس سلسلہ میں جو سہولتیں اور جو آسانیاں آدمی کو میسر آرہی ہیں مثلاً سواری کے جانوروں کی وجہ سے جو دشواریاں کم ہوئیں، ان کو خالقِ کائنات کی صفت رافت و رحمت کا مظہر قرآن دیتا ہے، سواریوں کے ذکر کے بعد آخر میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ

ان اللّٰہ بالناس لرؤف رحیم — بے شک اللہ آدمی کے ساتھ مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

آپ ہی بتائیے اس سے کیا سمجھ میں آتا ہے۔

۴- بلکہ حیوانی سواریوں کے بعد جو

ویخلق مالا تعلمون — اور پیدا کرتا ہے (خدا ایسی سواریوں کو) جنھیں تم نہیں جانتے،

کے الفاظ جو پائے جاتے ہیں کوئی چاہے تو ان سے اپنے ذہن کو سیر و سفر کے ان نت نئے ذرائع کی طرف بھی منتقل کر سکتا ہے جنہیں سہولت پسندی کے طبعی رجحانات ہمارے سامنے لا چکے ہیں یا آئندہ لانے والے ہیں۔ اور اسی سے سمجھ میں آتا ہے، کہ ایجادات و اختراعات جن سے زندگی کی دشواریوں میں آسانیاں پیدا ہو رہی ہیں یہی نہیں کہ قرآن میں ان کی ہمت شکنی نہیں کی گئی ہے بلکہ اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ عموماً شاباشیوں اور حوصلہ افزائیوں ہی سے اس سلسلہ میں کام لیا گیا ہے تو شاید یہ دعویٰ بے بنیاد نہیں ہو سکتا۔

طرفہ تماشا ہے کہ استعمالی غلطیوں سے لوگ مفید سے مفید چیزوں کو ضرر رساں جب بنا لیتے ہیں، تو جو نہیں سمجھتے وہ ان ہی چیزوں کے درپے ہو جاتے ہیں حالانکہ ضرورت ہوتی ہے

کہ استعمال کے سلیقہ کو درست کیا جائے،

آپ بندوق کیوں چھینتے ہیں، ان ہاتھوں کو درست کیجئے، جن میں پہنچ کر چوری اور ڈاکے جیسے کاموں میں مدافعت یا شکار کا یہ قیمتی اوزار استعمال ہونے لگا ہے[1]، انسانیت کی تصحیح کے ایک ایک ذریعہ کو آپ ختم کرتے چلے جارہے ہیں اور اس کے بعد پوچھتے ہیں کہ انسانیت کے لئے آدمی ہی کے ایجاد کئے ہوئے اکتشافات و اختراعات اس کے گلے کی پھانسیاں بنتی کیوں چلی جارہی ہیں۔

یاد ہوگا "حقوق و فرائض" جن کو ہم انسانی زندگی کے اسلامی نظام میں پاتے ہیں ان میں سے پہلی بات، یعنی خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں سے مستفید ہونے کا استحقاق، اس استحقاق کا اعتراف اور توثیق اس کو تو اسلام نے اپنے عملی نظام کا جز بنا دیا ہے لیکن ان قدرتی پیداواروں میں سے ہر ایک کے استعمال کا طریقہ۔ ان کے خصوصیات وصفات کی سراغ رسانی اور ان ہی معلومات کی روشنی میں نت نئی ضرورتوں میں ان کا برتنا، ان سارے تفصیلات کو آدمی کے حواس وعقل اور جسمانی توانائیوں کے سپرد کر دیا گیا ہے، پانی آدمی کے لئے ہے، لیکن اس پانی تک رسائی کے کن ذرائع کو لوگ اختیار کریں۔ دریا اور ندیوں کے کنارے جاکر آباد رہیں، اور بھیڑ، بکری، گائے، بیل منہ ڈال کر جیسے دریا ندی تالاب سے پانی پیتے ہیں اسی طرح آدمی بھی پانی استعمال کرے۔ یا کنویں کھودے، چشموں کے پانی کو نالیوں کی راہ سے آبادیوں تک پہنچائے، یا نلوں کا ذریعہ اختیار کر کے سہ منزلہ پنج منزلہ عمارتوں تک اسی پانی کو کھینچ کر لے آئے ان دونوں باتوں میں سے آدمی کو اختیار دیا گیا ہے، جس راہ کو چاہے اختیار کرے، ابتدا میں معلومات کی کمی، تجربات کی قلت، عقول

---

[1] سیدنا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے براہ راست یہ روایت خاکسار نے سنی ہے کہ خواب میں دیکھنے والے کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت میسر آئی، دست مبارک میں بندوق تھی اور فرمایا جارہا تھا کہ نعم السلاح ہذہ (کیا اچھا ہتھیار ہے یہ) ۱۲ مناظر احسن گیلانی

کی خامیوں کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدت تک لوگ عقل سے زیادہ جسمانی قوتوں سے زندگی کے ضروریات کو حل کرنے کے عادی تھے۔ تاریخ کی شہادت بھی یہی ہے، اور قرآن سے بھی پتہ چلتا ہے کہ درختوں کے پتوں سے ستر پوشی کا کام لیا جاتا تھا، آدمی یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ مری ہوئی لاشوں کے ساتھ وہ کیا سلوک کرے۔ کوتے سے قبر کنی کا اشارہ اس کو ملا،

لیکن بہ تدریج اس کی فطرت میں وہی صلاحیت جس کی طرف قرآن ہی میں

علم الانسان مالم یعلم — سکھائی آدمی کو وہ باتیں جنہیں وہ نہیں جانتا تھا

سے اشارہ کیا ہے یعنی انجانی باتوں کے جان لینے کا قدرتی سلیقہ جو اس میں پایا جاتا تھا، وہی اجاگر ہوتا چلا گیا، معلومات کے نئے نئے ذخیرے اس کی عقل کے سامنے جمع ہونے لگے۔ ان معلومات پر عقل نے کام کیا۔ نئے امکانات اور ان سے پیدا ہونے والے نئے نتیجوں کی طرف آدمی کا ذہن منتقل ہوتے ہوئے اس دور تک پہنچ گیا۔ جس سے ہم گذر رہے ہیں، یقیناً یہ ایک بڑی عظیم امتیازی صلاحیت تھی، جس کی نشوونما کے حیرت انگیز ثمرات ہمارے سامنے ہیں لیکن اسی کے ساتھ قدرت ہی کا ایک قانون یہ بھی تھا یعنی آدمی اپنی جس قوت اور صلاحیت سے زیادہ کام لیتا ہے وہی زیادہ چمکتی اور بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اسی طرح اپنی جن صلاحیتوں سے کام لینا لوگ چھوڑ دیتے ہیں تو دیکھا گیا ہے کہ بتدریج ضعف واضمحلال کا نشانہ وہی صلاحیتیں بنتی چلی جارہی ہیں۔

جب تک لوگ جسمانی قوتوں سے کام لینے کے عادی تھے، اس وقت تک ہماری جسمانی توانائیاں برسر عروج رہیں، بلاشبہ عقلیت اور تعلمیت کے اس دور میں یہ باور کرنا مشکل ہے کہ آدمی کا انفرادی شخصی وجود، سینکڑوں سال تک حوادث کا مقابلہ کرتے ہوئے زندہ اور باقی برقرار رہتا تھا،

استواری واستحکام ہی میں آدمی کے جسدی نظام کی یہ کیفیت نہ تھی، بلکہ کمیت (مقدار)

میں بھی اسی کے قدو قامت کے متعلق ایسی خبریں دی گئی ہیں جن کا اس زمانہ کا انسان شاید تصور بھی نہیں کرسکتا بلکہ ان کے مقابلہ میں کہا جاسکتا ہے کہ ہم لوگ بالشتی قد کے حدود تک گویا پہنچ چکے ہیں۔[1]

کچھ بھی ہو، اتنی بات بہرحال مسلّم ہے کہ بجائے عقل و فراست کے جسمانی توانائیوں سے آدمی جس زمانہ میں زیادہ کام لیتا تھا، تو جن جسمانی مشقتوں کو وہ برداشت کرلیتا، موسم کی شدتوں کا مقابلہ کرتا تھا، اس زمانہ کے پیدا ہونے والوں سے ہم ان باتوں کی توقع عام حالات میں نہیں کرسکتے، اور تاریخ سے ہٹ کر مشاہدے سے بھی آپ اس کا فیصلہ کرسکتے ہیں، آج بھی جنگلوں اور غیر شہری آبادیوں میں رہنے والوں کا مقابلہ شہروں کے تعلیم یافتہ لوگوں سے کرکے دیکھ لیجئے۔ اول الذکر طبقہ عقل سے زیادہ اپنی جسمانی صلاحیتوں ہی پر بھروسہ کرتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ اس میدان میں شہری آدمی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا، آج ہماری تعلیم گاہوں کا سب سے بڑا اہم مسئلہ یہی ہے، کہ عقلی اور ذہنی تربیت پر زیادہ زور دینے کا نتیجہ یہ ہے کہ جسمانی طور پر لوگ روز بروز پستی اور انحطاط کے گڑھوں میں تیزی کے ساتھ گرتے چلے جارہے ہیں، کھیل کود کو تعلیم کا لازمی جز بنانے کا نظریہ اسی مشاہدے اور تجربہ کا نتیجہ ہے۔ مگر پھر بھی دیکھا یہی

---

[1] الاستاذ الامام الکشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بخاری کی املائی شرح صـ۱ ج ۳ میں ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انگریزوں کا عمل و دخل ہندوستان میں جب سے ہوا، یہ باشندگان ہند روز بروز پست قد ہوتے چلے جاتے ہیں حالانکہ ان ہی کے آبا و اجداد جو انگریزوں سے پہلے پیدا ہوئے تھے موجودہ نسلوں کے مقابلہ میں کافی قد آور ہوا کرتے تھے۔ شاہ صاحب اپنے مشاہدے کو شہادت میں پیش فرماتے تھے، دوسروں سے بھی اسی قسم کی باتیں سننے میں آتی ہیں، حیوانوں کے متعلق تو روز بروز یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی چلی جاتی ہے، کہ گرگٹ اور چھپکلی کی نسلیں اسی زمین کے کرے پر اسی اسی فٹ کی پائی جاتی تھیں پہاڑوں اور برفستانوں سے جانوروں کی ہڈیوں کے جو ڈھانچے آئے دن نکلتے رہتے ہیں ان سے بھی اس نظریہ کی تصدیق ہوتی ہے کہ نشو و نما میں زمین کی حالت کسی زمانہ میں آج کل کے دنوں سے بہت زیادہ بہتر تھی، ایسی صورت میں ابن خلدون وغیرہ کا یہ دعوٰی کہ قد و قامت میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا ہے، عجیب ہے بخاری ہی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ کا قد ساٹھ ہاتھ کا تھا ۱۲

جاتا ہے کہ طلبہ میں جن پر علم و مطالعہ کا ذوق غالب ہے۔ عموماً کھیل کے میدانوں میں وہ پھسڈی ثابت ہوتے ہیں، اور کھلنڈرے طلبہ میں عام طور پر امتیاز و شہرت ان ہی کو حاصل ہوتی ہے جو کتاب اور درس کے اوقات کو بے کاری کے اوقات شمار کرتے ہیں،

الغرض کائنات سے استفادے کے سلسلے میں عمومی طور پر چونکہ عقلی اور تعلیمی رجحانات ہی غالب ہوتے چلے گئے، اس لئے جسمانی طور پر ہم نے جو کچھ بھی کھویا ہو، لیکن عقلی طور پر ہم نے بہت کچھ پایا بھی ہے اتنا کچھ اس راہ سے ہمیں مل چکا ہے اور آئندہ بھی ملتا رہے گا جس سے جسمانی مافات کی تلافی ہوتی رہے گی، سواریوں کے ذریعہ سے سہولتیں حمل و نقل سفر و سیاحت بار برداری میں جو میسر آئی ہیں، ان کو خدا نے اپنے اسماء رؤف رحیم کے مظاہر میں جو داخل فرمایا میری سمجھ میں تو اس سے یہی آتا ہے کہ عقلیت کے غلبہ کی وجہ سے آدم کی اولاد جن جسمانی سرمایوں سے محروم ہوتی چلی گئی، تو خدا کی صفت رافت و رحمت نے آدمی کو ایسی تدبیریں سجھائیں جن سے مسلسل مافات کی تلافی ہوتی چلی جا رہی ہے، ایسی صورت میں ان نئے ایجادات اختراعات جن سے مشکلات حیات پر آدمی قابو یافتہ ہوتا چلا جا رہا ہے، اگر ان کو خدا کی رحمت و رافت کے آثار و ثمرات میں ہم شمار کریں تو قرآن میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے مشکل ہی سے اس احساس کو غلط ٹھہرایا جا سکتا ہے۔

اب استعمالی غلطیوں سے بجائے رحمت و رافت کے یہی ایجادات و اختراعات بنی آدم کے لئے اگر زحمت و مصیبت بن جائیں تو یہی کہا جائے گا، کہ خدا نے آدم کے بچوں کو تو بہشت ہی دی تھی، لیکن آدم سے رشتہ توڑ کر شیطان سے اپنا رشتہ جن لوگوں نے قائم کر لیا، شیطان کی اسی ذریت و نسل نے اس بہشت کو اپنے ہاتھوں سے اپنے لئے اس کو دوزخ بنا لیا۔

ورنہ سچ تو یہ ہے کہ آدمیت اور آدمیت کی بقاء و ارتقاء کے جو قدرتی ذرائع ہیں۔ ان سے وابستہ رہتے ہوئے اس وقت بھی آدمی کا کچھ نہیں بگڑتا تھا جب عقل سے زیادہ جسمانی قوتوں سے زندگی کی ضرورتوں کو حل کرتا تھا۔

آخر پانی پینے ہی والی مثال کو لیجئے، مان لیجئے کہ دریاؤں اور ندیوں میں منہ لٹکا کر پانی کسی زمانہ میں آدمی اگر پیتا تھا، تو یقیناً پیاس اس پانی سے بھی بجھ ہی جاتی تھی، کھانا ہضم ہی ہو جاتا تھا، غریزی حرارت سے تحلیل یافتہ اجزار کا بدل بھی مہیا ہی ہوتا رہتا تھا۔ اور آج چوتھی منزل کے نل سے پانی لے کر شیشے کے گلاسوں، چاندی اور سونے کے کٹوروں ہی میں پانی ہم کیوں نہ پیتے ہوں، تو نتیجۃً اب بھی پانی کا وہی فائدہ لوگوں کو حاصل ہو رہا ہے، جو ندی اور تالابوں کے کنارے منہ لٹکا لٹکا کر پینے والوں کو حاصل ہوا کرتا تھا۔

میں یہ مانتا ہوں کہ روز بروز جسمانی طور پر کمزور ہوتے چلے جانے والوں کے ساتھ ارحم الراحمین کا یہ بہت بڑا رؤفانہ و رحیمانہ سلوک ہوا کہ اس نے سریع السیر سواریوں کی ایجاد کی توفیق بندوں کو عطا فرمائی، جن سواریوں کو ہم نہیں جانتے تھے قدرت ان ہی کو ہمارے سامنے لاتی چلی جا رہی ہے، لیکن ان عصری سواریوں سے ہماری جو نسلیں محروم تھیں، ان پر برتری کا دعویٰ محض ان ہی سواریوں کی بنیاد پر ہم کیسے کر سکتے ہیں۔ سوال و جواب کے ایک معمولی سلسلہ کے بعد بات آپ پر بھی واضح ہو جائے گی۔ پوچھیئے کہ بیل گاڑی کے مقابلہ میں ریل کی سواری سے ہمیں کیا فائدہ پہنچا، یہی جواب ملے گا کہ کم وقت میں دور دراز فاصلے طے ہو جاتے ہیں۔ کم وقت میں دور دراز فاصلوں کے طے ہونے کا کیا فائدہ؟ اگر یہ سوال اٹھایا جائے تو جواب میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ مثلاً معاشی ذرائع کی فراہمی کا میدان وسیع ہو جاتا ہے یعنی زیادہ روپیہ کمانے کا موقعہ ملتا ہے۔ زیادہ روپیہ کمانے کا کیا فائدہ؟ جواب دیا جائیگا کہ زندگی کی ضرورتوں کی فراہمی میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔ اس آسانی کا کیا فائدہ؟ آدمی کو خوش و خرم تندرست رہنے کا زیادہ موقعہ میسر آسکتا ہے۔ یہی آخری جواب ہے جس پر سوالوں کی تان ٹوٹتی ہے۔ اب آپ ہی انصاف سے فیصلہ کر لیجئے کہ ریل اور موٹر طیاروں اور سیاروں کے عہد میں پیدا ہونے والے انسانوں کا یہ دعویٰ کیا بجا دعویٰ ہو سکتا ہے کہ بیل گاڑی اور اونٹ گھوڑوں پر سفر کرنے والی نسلوں کے مقابلہ میں خوشی و خرمی، تندرستی صحت و عافیت سے ان کو زیادہ حصہ ملا ہے؟